خصوصی مطالعہ

اسلامی انقلاب

مفہوم، تقاضے اور حکمت عملی

ڈاکٹر محمد امین صاحب مدینہ یونیورسٹی کے فضیلت یافتہ ہیں۔ ان کی کتاب جدید کمپیوٹری سے طباعت اور سادہ رنگین ٹائیٹل کے ساتھ ۱۲۵ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ جس کی قیمت ۲۴/- روپے ہے۔ ایمان پرنٹرز نے شائع کی ہے۔ پتہ: ۵۹ ڈی، فیروز پور روڈ، لاہور۔

ہمارے نوجوان دوست ڈاکٹر محمد امین صاحب دلِ بے تاب اور خونِ گرم اور فکرِ شگفتہ آور سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے شریعت کے نظامِ قانون کا مطالعہ کیا ہے اور اظہارِ ما فی الضمیر کے مراحل طے کر رہے ہیں۔ جب وہ خالص علمی نقطۂ نظر سے لکھتے ہیں تو مزاج میں تدبر اور اعتدال کا غلبہ رہتا ہے، جب وہ سیاسی ردِّ عمل کی رَو میں ہوں تو انہیں بڑی آزمائش درپیش ہوتی ہے۔

ڈاکٹر محمد امین اسلامی نظریۂ اجتماعیت، اسلامی معاشرے کی تشکیل کے طریقِ کار اور حکمتِ دعوت و انقلاب کے بارے میں مولانا مودودیؒ کی تحریر سے مستفید ہوئے۔ عرب سے پڑھ پڑھا کر آئے تو چند روز جماعت لاہور کے ساتھ مل کر کام کیا، مگر ان کے [illegible] کی زوردار لہر انہیں ایک اور ہی مورد پہ لے گئی۔ خیر اس میں کیا ہرج، اسلامیت کے بھی اب کئی گھاٹ ہیں اور ہر شخص آزاد ہے کہ وہ گھاٹ گھاٹ سے سیراب۔

تبصرے کا تو ہمیں حق نہیں، ہم محض چند خیر خواہانہ مشورے دے سکتے ہیں۔

اس نے فرمایا "ہمارے علماء بدقسمتی سے فقہی مسالک اور گروہ بندیوں میں منقسم ہیں" (ص ۱۳۲) مسالک اور گروہ بندیوں میں کمی کرنے کے بجائے ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم نوا ملّی افتراق میں تازہ ترین اضافہ کر رہے ہیں .....؟ "... راقم اور اس کے ہم خیال افراد نے الانصار المسلمون کے نام سے کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے" (ص ۱۳۴)

۲ — بعض تضاد سامنے آتے ہیں۔ فرماتے ہیں "...... اور اس نے (یعنی انصار المسلمون نے) دینی کام کرنے والے دوسرے عناصر سے اُلجھے بغیر اور کشمکش کئے بغیر صرف مثبت کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے"۔ (ص ۱۳۵)

اب ملاحظہ ہو دوسرا رُخ: "اب تو صورت یہ ہے کہ وہ شکستیں کھا کھا کر نڈھال ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ ایک دو انتخابات کے بعد بالکل نابود ہو جائیں گے ......" "اور ایک وقت آئے گا کہ ان کی عزت و توقیر بالکل ختم ہو جائے گی ...... اور اس طرح ان کی قبا دیتیں مجاوری کرنے اور فاتحہ خوانی کے لیے باقی رہ جائیں گی" (ص ۴۲) "وہ صرف اس قابل ہیں کہ اُن کی عقل کا ماتم کیا جائے۔ ان کے اخلاص پر نوحے لکھے جائیں اور مستقبل کا مؤرخ ان کا ذکر سفیہوں، دین فروشوں اور دین و ملت کے غداروں کے طور پر کرے"۔ (ص ۴۷) یا اللہ! اس غیظ و غضب اور جلالت مآبی سے پناہ!

تو جناب یوں کرتے ہیں مثبت کام، دوسرے عناصر سے اُلجھے بغیر! مگر ڈاکٹر صاحب تو پہلے ہی اس جہاز سے جو ڈوبنے والا ہے چھلانگ لگا کر ایک ٹاپو پہ پہنچ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے اب سر گھما کر پیچھے تو دیکھتے بھی نہیں۔

۳ — کچھ آیات کے ماحاصل کے طور پر فرماتے ہیں کہ "ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ دین کو غالب و نافذ کر دینا اللہ کی مشیت تھی"...." وہ اس لیے ہوا (اسلامی ریاست کا قیام یہ دورِ نبوتِ محمدیؐ) کہ یہ اللہ کی سکیم تھی" — اور اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ...... یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضورؐ کا مشن غلبہ و نفاذِ دین تھا"۔ (ص ۳۰)

"آج دعوت کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے ہم سو فی صدی وہی نہج اختیار نہیں

کر سکتے جو حضورؐ کی ذات تک محدود تھا۔ وہ صرف آپؐ کے لیے منصوص تھا، ہمارے لیے منصوص نہیں ہے۔ (ص ۶۰) دلیل؟

ممکن ہے، حافظہ کوتاہی کرتا ہو، مگر قرآنی منشا کی ایسی تفسیر و تاویل نہ اسلاف میں سے کسی نے کی، نہ اخلاف میں سے۔ قضیہ یہاں یہ پیدا ہوگیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مشیت اور شریعت کو اُلجھا دیا ہے۔ یہی اُلجھن تو اُن منکرین کی تھی جو کہتے تھے۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا (الانعام-۱۴۸) یعنی اگر اللہ نے ہمیں شرک سے روکنا چاہا ہوتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اِسی طرح اِطعامِ اہل حاجت کی اپیل کے جواب میں دشمنانِ حق نے کہا تھا کہ " اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ (یٰسٓ-۴۷) یعنی ہم ان لوگوں کو کیوں کھانا کھلائیں جنھیں اگر اللہ کو کھلانا پسند ہوتا تو وہ خود کھلا پلا دیتا۔ اسی طرح کی بات ایک اور پس منظر میں یہود نے کہی تھی۔ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ (المائدہ-۶۴) یعنی ہماری نکبت و بدحالی کا سبب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا بخیل ہوگیا ہے۔ یعنی مصیبت تو مشیت کی وجہ سے ہے۔ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں۔

پھر اس کا کیا علاج کریں گے آپ! کہ قرآن تو عین دعوت و تبلیغ، ہدایت و ضلالت، فتح و شکست ہر معاملے میں مشیت کی بالادستی کا ذکر کرتا ہے، مگر شریعت کے احکام اس دلیل سے معطل نہیں ہو جاتے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ چاہے گا۔ ایک طرف اللہ کا تکوینی تقدیری منشا ہے اور دوسری طرف دینی و شرعی حکم۔ ہم مکلف ہیں صرف دینی و شرعی احکام کے، ہمارا کوئی دخل تکوینی اور تقدیری دائرے میں نہیں ہے۔ مشیت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، جو ہر دائرے میں اُس کے خود مقرر کردہ دستوروں کے مطابق کام کرتی رہتی ہے۔ شریعت کے مخاطب اور ذمہ دار (تا بحدِ امکان) ہم ہیں۔ ان دونوں میں ٹکراؤ یا اُلجھاؤ پیدا کر دیا جائے تو پھر نہ کسی تدبّر سے قرآن سمجھ آسکتا ہے، نہ دین کے تقاضے، نہ دعوتِ حق اور اقامتِ نظامِ اسلامی کا مفہوم!

۳- مذکرہ طرزِ فکر نے مؤلف کو ایک اور عجیب و غریب نتیجے تک پہنچایا اور ایک نیا دعویٰ کرایا ہے۔ فرمایا:

" پھر ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ حضورؐ کو اللہ نے جامعِ کمالات اور جامعِ صفات بنایا تھا، تاکہ اسلامی انقلاب اپنی تکمیل کو پہنچ جاتا"...... " آج ہم میں کوئی حضورؐ جیسا نہیں ہے"...... " لہٰذا حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہ سب کچھ کرنا جو حضورؐ نے کیا تھا، محض مثالیت اور خواب دیکھنے کی کوشش تو ہو سکتا ہے، اس کا عملی حقائق سے کوئی تعلق نہیں"...... " اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ذمہ اس طرح سے کام کرنا ہے ہی نہیں جس طرح کہ یہ حضورؐ کے ذمّے تھا" (ص ۶۹)[1]

یعنی وہی بات جو دین کے متعلق سرسری باتیں کرنے والے لوگ کہا کرتے تھے کہ کہاں خدا کا پیارا رسولؐ اور جان و دل قربان کرنے والے صحابہؓ کرام، اور کہاں آج ہم جیسے لوگوں کا اسلامی نظام کی باتیں کرنا۔ وہ لوگ گذر گئے۔ اب قصہ ختم ہوا۔ نماز روزہ کرو، یہی بہت ہے۔

ایک کام یا فرض یا حق کو نبیؐ پاک کے لیے خاص کرنا ہو تو اس کی صریح دلیل ہونی چاہیے۔ کون سے کام ہیں جو نبیؐ کے لیے خاص تھے۔ اور کون سے کام ہیں جن کی ذمہ داری اُمت کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ محض حضورؐ کو جامعِ کمالات کہہ دینے سے تو آپ دین کے کسی تقاضے، کسی مظہر اور سنّتِ رسولؐ یا طریقۂ حضورؐ پر خطِ تنسیخ و ترمیم نہیں کھینچ سکتے۔ ورنہ ہر شخص جس چیز کو چاہے آپ کی خود ساختہ دلیل سے مخصوص بہ حضورؐ قرار دے کر اُس سے چھٹی کر سکتا ہے۔ آخر قرآن میں جو اجتماعی قوانین، مالی، تعزیری،

[1] اتفاق سے انھی دنوں میں نے حسن مکی محمد احمد کی کتاب سوڈان میں عیسائیت کی یلغار کے متعلق پڑھی۔ اس دردناک اور عبرت انگیز کتاب میں اسلام کے متعلق مغربی اکابر (سیاسی و مذہبی) کے عجیب عجیب اقوال سامنے آئے۔ مشہور کرومر کہتا ہے کہ اسلام کا احیا ___ یعنی وہ اسلام جو قرآن اور حدیث پر مبنی ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ شاعرانہ نوعیت کا ایک خواب ہے۔ (متذکرہ کتاب ص ۳۸، ۳۹) کرومر اور امین صاحب کے ذہن کیسے گلے مل گئے ہیں۔

صلح وجنگ سے متعلق، حکومت وقضا کے بارے میں، دارالکفر اور دارالحرب سے تعلقات کے بارے میں نیز اقلیتوں کے حقوق وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ کیا وہ صرف زیبِ داستان کے لیے مخصوص بہ دورِ نبوت ہیں؟ کیا وہ صرف نقل ہیں؟ آدمی کا کلام اور اس کا استدلال اگر ذرا بھی جھول رکھتا ہو تو وہ مشکلات میں گھر جاتا ہے۔ آخر بعد والوں کے لیے راہِ ہدایت ونجات "ما انا علیہ واصحابی" کو قرار دیا گیا ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے۔ اسے آپ کس طرح گول کریں گے؟ اگر نبیؐ کا کام مشیت کا دکھایا ہوا معجزہ ہو تو وہ سنّت نہیں ہوسکتا۔ اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کیا چیز سُنّت ہے اور کیا ناقابلِ اطاعت اعجاز!

۵ — پھر ایک نکتہ نزکیز نمبر ۴ سے بھی ہٹا دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ارشاد یہ بھی ہے کہ "مسلم حکمرانوں اور حکومت کی اصلاح کی جدوجہد نہ ہر فردِ مسلم پر فرضِ عین ہے نہ واجب ہے اور نہ ہی ہر مسلمان کو اس کا مکلف ٹھہرایا جاسکتا ہے" (ص ۴۰) یعنی پہلے اسے نبیؐ پاک سے مخصوص کیا، اب اسے نمازِ جنازہ کی طرح فرضِ کفایہ بنا دیا۔ علمِ شریعت میں خاص مدینہ شریف جاکر فضیلت حاصل کرنے اس دوست کو ہم کیا کہیں؟ وہ آگے کہتے ہیں: اگر کوئی عالم یا مصلح اس کے لیے کھڑا ہو جائے اور کچھ مسلمان جو اس کام سے ذہنی اور عملی مناسبت رکھتے ہوں اس سے تعاون کریں تو ساری امت کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ سبحان اللہ!

ذرا وہ آیت بھی سامنے رکھیے جس سے استدلال کیا گیا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ...... الخ (التوبہ - ۱۲۲)

یعنی یہاں ذکر ہے تفقہ فی الدین کا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ سے (سارے قبیلوں سے) اہلِ ایمان یک دم نکل کھڑے ہوں بلکہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلتے اور دین کو سمجھ کر (یا اس کا علم حاصل کرکے) اپنے لوگوں میں واپس جاتے اور ان میں تبلیغ وتخویف اور تعلیم کا کام کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ جہاد پہ کام کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے مگر مقصد یہ ہے کہ جہاد کی کشش بھی تو علمِ دین یا تفقہ کے بل پہ پیدا ہوسکتی ہے۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جہاد کے زمانے میں تفقہ کے لیے زیادہ آدمی وقت

نہیں دے سکتے، لہٰذا دو دو، چار چار افراد کو آنا چاہیے۔

۶ — ڈاکٹر صاحب کی موجِ تفکر نے ایک بار پھر پلٹا کھایا ہے۔ فرماتے ہیں: "جہاں تک نشأۃ ثانیہ، عالمی غلبۂ دین، شہادت علی الناس، اعلائے کلمۃ اللہ یا شہادتِ حق کا تعلق ہے (ہمارے نزدیک یہ مترادف اصطلاحات ہیں)"...... "اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُمتِ مُسلمہ متحد ہو کر ایک اُمت بن جائے (خود بخود — ف ـ ص) اپنی طاقت کو مجتمع کرے (بغیر کسی سعی و منصوبہ کار کے — ف ـ ص) دین کی تعلیمات و احکام کو عملاً اپنے ہاں نافذ کرے" (حالانکہ اس سلسلہ میں کام نہ ڈاکٹر صاحب کرنے کو تیار ہیں، نہ کسی کو اجازت دیتے ہیں، بلکہ اُسے دورِ نبوت کے مشیت کا خاص پروگرام قرار دیتے ہیں۔ ف ـ ص) "تاکہ ساری دُنیا بہ چشمِ سر اسلام اور اس کے عملی نتائج کو دیکھ لے، اس طرح جب اتمامِ حجت ہو جائے تو پھر صحابہ کرام رضی کی طرح غیر مسلموں کو اسلام، جزیہ یا جنگ کا الٹی میٹم دیے" (ص ۵۲) یعنی یہ عظیم الشان کام اپنے سارے تقاضوں سمیت کہیں کچھ لوگ کر ڈالیں، ہم اپنے غیر سیاسی، غیر اجتماعی کار دعوت میں لگے رہیں گے۔ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔

اس کتاب میں ایک تفصیلی منشور بھی دے دیا گیا ہے، جس میں زیادہ تر یہ بتایا گیا ہے کہ حکومت کو کیا کیا کرنا چاہیے۔ بعض اچھی سفارشات ہیں، مگر سفارشات کو منشور نہیں کہتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بکھرے اور ٹکراتے خیالات و استدلال کی کڑیاں جوڑ کر کوئی نظامِ فکر بنا کر کام کی راہ کا شعور حاصل کرنا تو سوائے کچے ذہن کے کچھ لوگوں کے، کسی اعلیٰ سطح و معیار پر ممکن نہیں ہے۔ مغالطہ انگیزی کا سحر بہت عارضی ہوتا ہے۔ البتہ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مضطرب مزاج کو ایک تسکین بخش موردِ مل گیا۔ کسی شخص کے لیے اپنی جگہ یہ بھی بڑی کامیابی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی میکدے سے جرعۂ اطمینان پالے۔

البتہ اگر موصوف ایک نئی فکر، نیا استدلال اور نیا پروگرام لانے سے پہلے تھوڑا سا مطالعہ و تدبر اور کر لیتے تو اُن کے لیے اور ملتِ اسلامیہ کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ آخر ایسی بھی کیا جلدی کہ کاتا اور لے دوڑی۔ سال دو سال میں گاڑی نکل تو نہ جاتی

بات ختم کرتے کرتے میں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ چاہے غیر سیاسی اور غیر انتخابی دعوت کو اختیار کر لیں، مگر اسلام دشمن اور ملت دشمن قوتیں سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی بلکہ فکری تسلط حاصل کرنے کے لیے ہر جگہ کوشاں ہیں۔ کمیونسٹ، سیکولرسٹ، قادیانی، صلیبی، صہیونی، بھارت پرست، افرنگ نواز، اسمٰعیلی وغیرہ گروہ اپنے اپنے طریقوں سے اسلام کے لیے اُبھرنے کے راستے بند کر کے خود اپنے افراد اور نظریوں کو ہر جگہ مسلط کر رہے ہیں۔ ذرا اس مصیبتِ عظمیٰ کا بھی مطالعہ فرمالیجیے ان قوتوں کے لیے میدان کو خالی چھوڑ کر، تمام مسلمان (خصوصاً ان کے اسلامی گروہوں اور کمپوں) کو کنارے نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ طاغوتی حملوں کا منہ پھیر دینے کی کوشش کرنی چاہیے خواہ اس کام میں کئی سال لگ جائیں۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں مباحث تو اور بھی بہت سے ہیں۔ مگر ہم نہ ذوقِ مناظرہ رکھتے ہیں، نہ دینی حلقوں کی معرکہ آرائیوں کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہمارے پاس ان نیک کاموں کے لیے وقت اور رسالے کے وافر صفحات ہیں۔ خدا کرے کوئی بات ناگوار نہ ہو۔

نئی سوچ۔ صحیح سوچ کی راہیں

نعیم صدیقی کا تازہ پمفلٹ ضرور پڑھیں

تحریکِ اسلامی کو

کیسے نوجوان درکار ہیں؟

ٹائیٹل دو رنگا ○ سائز ۱۸×۲۳/۸ ○ قیمت /۵ روپے

ادارہ ترجمان القرآن رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور